دلوں کا رشتہ

(اہلبیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
کے مابین محبت اور رشتہ داریوں کا تذکرہ)

انتساب

''امتِ مسلمہ کے اس اتحاد کے نام

جو

صحابہ کرام کی شجاعت اور اہلبیت اطہار کی قربانیوں

سے پروان چڑھا''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوۃ والسلم علی سید الانبیاء والمرسلین

وعلی اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین اما بعد!

مقدمہ

اسلام کی عمارت جن عظیم ہستیوں نے مل کر اٹھائی، ان میں دو گروہ سب سے نمایاں ہیں

اہل بیت اطہار (نبی کریم ﷺ کا پاک خاندان)

اور

صحابہ کرام (نبی کریم ﷺ کے وفادار ساتھی)

آج کل کچھ لوگ نادانی یا کم علمی کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ان دونوں مقدس گروہوں کے درمیان (معاذ اللہ) دوریاں، رنجشیں یا دشمنی تھی۔ لیکن تاریخ، احادیث اور خود ان ہستیوں کے اقوال گواہ ہیں کہ ان کے درمیان سگے بھائیوں جیسی محبت تھی، وہ ایک دوسرے کے مقام سے واقف تھے اور ان کے گھرانے آپس میں اتنے گہرے خاندانی رشتوں میں بندھے ہوئے تھے کہ انہیں الگ کرنا ناممکن ہے۔ یہ کتابچہ اسی لازوال محبت اور پاکیزہ رشتوں کا ایک مستند آئینہ ہے۔

مقام ومرتبہ (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایک ہی شمع کے دو پروانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے دونوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

اہل بیت اطہار کا مقام (قرآن مجید سے)

ترجمہ: ''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے''۔ (سورۃ الاحزاب ۳۳)

صحابہ کرام کا مقام (قرآن مجید سے)

ترجمہ: ''اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ انکے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی'' (سورۃ التوبہ ۱۰۰)

باہمی محبت پر رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالیشان

ترجمہ: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو! میرے بعد انہیں (تنقید کا) نشانہ نہ بنانا، پس جس نے ان سے محبت کی، اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی''۔

(جامع ترمذی، حدیث ۳۸۶۲)

خلفائے راشدین اور اہل بیت کے مابین رشتہ داریاں

خلفائے راشدین اور نبی ﷺ کے خاندان کے درمیان بیٹیوں اور بیٹوں کے رشتے اتنے کثرت سے ہوئے کہ دونوں خاندان ہیرے اور موتی کی طرح آپس میں پرو دئے گئے۔ جو رشتہ داریاں مسلم الثبوت ہیں اس میں ہم کتب اہلسنت کا حوالہ پیش کریں گے ورنہ کتب روافض میں خود بہت سی دلیلیں موجود ہیں ہم اس کتابچہ میں کسی ایک کتاب سے اخذ پر اکتفاء کریں گے۔

سیدنا ابو بکر صدیق اور حضور ﷺ و اہل بیت کے مابین رشتہ داریاں

سیدہ عائشہ کا نکاح : سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور ﷺ کی محبوب زوجہ اور ام المومنین ہیں۔

سیدہ اسماء بنت عمیس کا رشتہ : یہ پہلے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بھائی) کی زوجہ تھیں۔ ان کی شہادت کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا نکاح ہوا۔ سیدنا ابو بکر کی وفات کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ان سے نکاح فرمایا۔ ان کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد دونوں خانوادوں کے چہیتے تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد ۷، صفحہ ۱۵ / الاستیعاب، جلد ۴، صفحہ ۱۷۸۳)

امام جعفر صادق کی والدہ : حضرت ابو بکر صدیق، امام جعفر صادق کی والدہ کے نانا اور دادا لگتے ہیں۔ (احقاق الحق صفحہ ۷)

حضرت محمد بن ابو بکر صدیق کا نکاح : آپ حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے قابل اعتماد شخص تھے، اسی لئے یزدگرد کے دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح حضرت علی نے اپنے صاحبزادے امام حسین اور دوسری کا نکاح محمد بن ابی بکر سے کیا تھا۔ اس اعتبار سے یہ دونوں حضرات (امام حسین اور محمد بن ابی بکر) ہم زلف ہوئے۔ بلفظ دیگر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی بہو اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بہو حقیقی (سگی) بہنیں ہیں۔ (ماخوذ از شیعہ کتب منتہی الامال، ج ۲، ص ۴ ☆ المناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۴۹)

قاسم بن محمد بن ابو بکر : امام جعفر صادق کے نانا ''قاسم بن محمد بن ابو بکر اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔

میرا نسبی تعلق : امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میرا نسبی تعلق دو طرح سے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔

اسکی تفصیل اس طرح سے ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ''امام باقر'' اور والدہ ''ام فروہ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں اور ''ام فروہ'' قاسم بن محمد بن ابو بکر اور اسماء بنت عبدالرحمن بن ابو بکر کی بیٹی ہیں۔ بلفظ دیگر امام جعفر صادق کے ''سگے نانا'' حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ''سگے پوتے'' ہیں اور آپکی ''سگی نانی'' حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ''سگی پوتی'' ہیں۔

امام حسن مجتبیٰ عبدالرحمن بن ابو بکر کے داماد ہیں : حفصہ بنت عبدالرحمن بن ابو بکر کا نکاح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے منذر بن زبیر بن عوام سے کر دیا پھر منذر کے انتقال کے بعد حضرت حفصہ سے سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ نے نکاح فرمایا۔ حضرت حفصہ بلا واسطہ اپنے والد عبدالرحمن بن ابو بکر اپنی پھوپھی عائشہ صدیقہ بنت ابو بکر صدیق اور اپنی خالہ ام سلمہ زوجہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کرتی ہیں۔

(طبقات ابن سعد، تذکرہ حفصہ بنت عبدالرحمن، ج ۸، ص ۴۶۸)

ان رشتہ داریوں کے ہوتے ہوئے ہر صاحب انصاف اور عقل سلیم رکھنے والا اس بات کو تسلیم کرے گا کہ خاندان صدیقی اور خاندان نبوت میں کوئی نا اتفاقی اور عداوت نہ تھی۔

سیدنا عمر فاروق اور حضور ﷺ و اہل بیت اطہار کے مابین رشتہ داریاں

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح: خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اول کی موت کے بعد حضرت عمر نے ابو بکر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نکاح کی درخواست کی مگر کسی نے منظور نہ کیا بالآخر ۳ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئیں۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح : امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح سیدنا مولائے کائنات اور سیدہ خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا۔

تاریخی خطبہ : اس نکاح کے وقت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر فرمایا تھا:

ترجمہ : میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا : قیامت کے دن ہر رشتہ اور نسب ٹوٹ جائے گا، سوائے میرے رشتے اور میرے نسب کے"۔ (المستدرک للحاکم ۴۶۸۴)

اولاد : اس مبارک رشتے سے سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر فرزند زید اور صاحبزادی رقیہ پیدا ہوئے، جو سیدنا مولیٰ علی کے سگے نواسے تھے۔ (صحیح بخاری ۲۸۸۱ / الطبقات الکبریٰ لابن سعد: جلد ۸، صفحہ ۴۶۳)

سیدنا عثمان غنی اور حضور ﷺ و اہل بیت اطہار کے مابین رشتہ داریاں

ذوالنورین کا شرف : سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔ پہلے سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اور ان کے انتقال کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اسی عظیم اور انوکھے شرف کی وجہ سے کائنات میں انہیں "ذوالنورین" (دو نوروں والا) کہا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری ۳۶۹۸ / البدایہ والنہایہ : جلد ۷، صفحہ ۱۴۴)

سیدنا عثمان غنی کے پوتے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے داماد ہیں

عبداللہ بن عمر بن عثمان غنی نے امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ بنت حسین سے نکاح کیا۔ یہ نکاح حسن مثنیٰ بن حسن بن علی کی وفات کے بعد ہوا۔

(شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۴۵۹، مسالک الافہام شرح شرائع الاحکام، مقاتل الطالبیین، ناسخ التواریخ، ج ۶، ص ۵۳۴)

سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کا تیسرا نکاح: حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی صاحبزادی ''سیدہ سکینہ'' رضی اللہ تعالی عنہا کا تیسرا نکاح حضرت زید بن عمر بن عثمان غنی سے ہوا۔

(طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۴۷۵)

ابان بن عثمان غنی کا نکاح: حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے بیٹے ''ابان'' کی شادی حضرت سیدنا جعفر طیار کی پوتی ''ام کلثوم'' بنت عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوئی۔

(المعارف لابن قتیبہ، ص ۲۱۰)

حسنین کریمین کا نکاح: حضرت سیدنا امام حسن مجتبی رضی اللہ تعالی عنہ نے عائشہ بنت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہما کی خواستگاری کی اور رشتہ ہوگیا پھر امام حسن مجتبی کے انتقال کے بعد سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی صاحبزادی ''عائشہ'' سے نکاح فرمایا۔ (مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۳۹، ۴۰)

سیدنا امیر معاویہ اور حضور ﷺ و اہلبیت اطہار کے مابین رشتہ داریاں

نسبی اعتبار سے امیر معاویہ کا حضور سے رشتہ : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تیسرے دادا "عبد مناف" حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چوتھے دادا ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خاندان قریش سے ہیں۔ (تاریخ بغداد و تاریخ یعقوبی)

ام حبیبہ بنت ابوسفیان کا نکاح : ام المومنین حضرت سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر اول کے مرجانے کے بعد ۷ھ میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں۔

(تاریخ ائمہ، منتخب التواریخ، المناقب ابن شہر آشوب)

امیر معاویہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ (بہن) "قرینۃ الصغریٰ" امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ اس اعتبار سے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ہم زلف ہوئے۔ (کتاب المحبر ص ۱۰۲)

امام حسین کا نکاح : امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج میں سے ایک زوجہ لیلیٰ بنت ابومرہ بن عروہ تھیں اور لیلیٰ کی والدہ میمونہ بنت ابوسفیان (یعنی امیر معاویہ کی ہمشیرہ) ہیں۔ اور وہی لیلیٰ حضرت سیدنا امام علی اکبر بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ہیں۔

(منتہی الامال، مصنفہ عباس قمی، ص ۵۴۱)

اس اعتبار سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی بہن "میمونہ بنت ابوسفیان" حضرت سیدنا علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نانی ہوئیں۔ اور حضرت امیر معاویہ کی حقیقی بھانجی "لیلیٰ" امام سیدنا علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی "ماں" ہیں۔

محبت کا انوکھا ثبوت

جب انسان کو کسی سے شدید محبت اور عقیدت ہوتی ہے، تو وہ اپنے جگر گوشوں کے نام ان ہی ہستیوں کے نام پر رکھتا ہے۔ اہلبیت اطہار کے ائمہ نے اپنی اولاد کے نام خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ناموں پر رکھے۔

اہلبیت کے ہاں صحابہ کے ناموں کی فہرست اور کربلا کی حقیقت

والد کا نام (اہلبیت)	بچوں کے نام (صحابہ کے نام پر)	تاریخی حقیقت
مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم	ابوبکر، عمر، عثمان	ان تینوں حضرات نے کربلا میں امام عالی مقام کے ساتھ داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔
امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ابوبکر، عمر، طلحہ	ابوبکر و عمر میدان کربلا میں مظلومانہ شہید ہوئے۔
امام حسین عالی مقام	عمر	کربلا میں موجود تھے
امام زین العابدین	عائشہ، عمر	آپ نے اپنی بیٹی کا نام عائشہ اور بیٹے کا نام عمر رکھا

تاریخ کا یہ سچ بالکل صاف و شفاف ہے کہ کیا کوئی شخص اپنے بچوں کے نام ان لوگوں پر رکھ سکتا ہے جن سے (معاذ اللہ) اسے دشمنی ہو؟ ہرگز نہیں! یہ نام باہمی محبت کا ناقابل تردید ثبوت ہیں۔

(کتاب الارشاد جلد ۱ صفحہ ۳۵۴، جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ / تاریخ الطبری: جلد ۵، صفحہ ۴۶۸)

مشکل وقت میں ایک دوسرے کا دفاع

ان بزرگوں کا تعلق صرف رشتہ داریوں تک محدود نہیں تھا، بلکہ انہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر ایک دوسرے کا ساتھ دیا اور دفاع کیا۔

سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بحیثیت مشیرِ خاص : پہلے تینوں خلفاء کے دور میں سیدنا مولیٰ علی سب سے اہم مشیر اور قاضی تھے۔ سیدنا عمر فاروق آپ کی علمی آراء پر اتنا بھروسا کرتے تھے کہ آپ نے تاریخی جملہ فرمایا: لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ ترجمہ : اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج ۳، ص ۱۱۰۳)

سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا اعترافِ محبت : مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے خود خلفاء کی تعریف میں فرمایا: لَعَمْرِي لَمَكَانُهُمَا فِي الْإِسْلَامِ عَظِيمٌ، وَإِنَّ مُصَابَهُمَا لَجُرْحٌ فِي الْإِسْلَامِ شَدِيدٌ

ترجمہ : مجھے اپنی جان کی قسم! اسلام میں ان دونوں (ابو بکر و عمر) کا مقام بہت بڑا ہے، اور ان کا دنیا سے جانا اسلام میں ایک گہرا زخم ہے"۔ (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید)

دفاعِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ : جب باغیوں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا، تو سیدنا مولیٰ علی نے اپنے دونوں صاحبزادوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دیا کہ تلواریں سونت کر عثمان غنی کے دروازے پر پہرہ دیں تاکہ کوئی باغی ان تک نہ پہنچ سکے۔ ان شہزادوں نے زخمی ہونے کے باوجود پہرہ دیا۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر : جلد ۷، صفحہ ۱۸۱ / تاریخ خلیفہ بن خیاط : صفحہ ۱۷۴)

صحابہ کرام کی اہل بیت سے محبت:

معزز قارئین کرام! قرآن کریم میں اہلِ بیت کی محبت کے بارے میں اللہ پاک کا فرمان ہے ''تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبّت''

(پارہ ۲۵، الشوریٰ ۲۳)

دورِ صَحابہ سے لے کر آج تک تمام اہلسنت و جماعت اہلِ بیت سے محبت رکھتے ہیں، چھوٹے بڑے سبھی اہلِ بیت سے مَحبت کا دَم بھرتے ہیں۔ حضرت علّامہ عبدالرءوف مُناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : کوئی بھی امام یا مجتہد ایسا نہیں گزرا جس نے اہلِ بیت کی محبت سے بڑا حصّہ اور نُمایاں فخر نہ پایا ہو۔ (فیض القدیر، ج ۱، ص ۲۵۶)

تفسیر خزائنُ العرفان میں ہے: حُضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبّت اور آپ کے اَقارِب کی مَحبّت دِین کے فرائض میں سے ہے۔ (خزائنُ العرفان، پ ۲۵، الشوریٰ، تحت الآیۃ ۲۳، ص ۸۹۴)

اے عاشقانِ رسول و اہل بیت اطہار! صَحابۂ کرام جو خود بھی بڑی عظمت و شان کے ما لِک تھے، وہ اہلِ بیتِ اطہار سے کیسی عظیمُ الشّان محبت رکھتے تھے اور اپنے قول و عمل سے اس کا کس طرح اِظہار کیا کرتے تھے! آئیے اس کی چند جھلکیاں دیکھتے ہیں:

صَحابۂ کرام کا حضرت عبّاس کی تعظیم و توقیر کرنا: صحابۂ کرام علیہم الرضوان حضرت سیّدُنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم و توقیر بجالاتے، آپ کے لئے کھڑے ہو جاتے، آپ کے ہاتھ پاؤں کا بوسہ لیتے، مُشاوَرت کرتے اور آپ کی رائے کو ترجیح دیتے تھے۔

(تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۲۴۴، تاریخ ابن عساکر، ج ۲۶، ص ۳۷۲)

صدیق اکبر کا احتراماً کھڑا ہونا: حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں تشریف لاتے تو حضرت سیّدُ نا ابوبکر صِدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطورِ اِحترام آپ کے لئے اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ (معجمِ کبیر، ج ۱۰، ص ۲۸۵، حدیث ۱۰۶۷۵)

حضرات عمر فاروق و عثمان غنی کا تعظیماً سواری سے اتر جانا: حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں پیدل جارہے ہوتے اور حضرت سیّدُ نا عمر فاروق اور حضرت سیّدُ نا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حالتِ سواری میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرتے تو بطورِ تعظیم سواری سے نیچے اُتر جاتے یہاں تک کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے گزر جاتے۔ (الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۶۰)

سیدنا صدّیق اکبر کی اہلِ بیت سے محبت: ایک موقع پر حضرت سیّدُ نا ابوبکر صِدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اہلِ بیت کا ذِکر ہوا تو آپ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قُدرت میں میری جان ہے! رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ حُسنِ سُلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں سے صِلۂ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔

(بخاری، ج ۲، ص ۴۳۸، حدیث ۳۷۱۲)

امام حسن مجتبیٰ کو کندھے پر بٹھایا: حضرت عُقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی، پھر آپ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھڑے ہو کر چل دیئے، راستے میں حضرت حسن کو دیکھا تو حضرت صدّیق اکبر نے انہیں اپنے کندھے پر اُٹھا لیا اور فرمایا : میرے ماں باپ قربان! حُضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے ہم شکل ہو، علی کے نہیں۔ اس وقت حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مُسکرا رہے تھے۔ (سنن الکبریٰ للنسائی، ج ۵، ص ۴۸، حدیث ۸۱۶۱)

سیّدُنا فاروقِ اعظم کی اہلِ بیت سے محبت: ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیّدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں گئے تو فرمایا: اے فاطمہ! اللہ کی قسم! آپ سے بڑھ کر میں نے کسی کو حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب نہیں دیکھا اور خدا کی قسم! آپ کے والدِ گرامی کے بعد لوگوں میں سے کوئی بھی مجھے آپ سے بڑھ کر عزیز و پیارا نہیں (مستدرک، ج ۴، ص ۱۳۹، حدیث ۴۷۸۹)

امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا، وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے، میں منبر پر چڑھ گیا اور کہا: میرے باپ کے منبر سے اترئے اور اپنے باپ کے منبر پر جائیے۔ حضرت عمر نے فرمایا: میرے باپ کا منبر نہیں تھا۔ اور مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا، میں اپنے پاس پڑی ہوئی کنکریوں سے کھیلتا رہا، جب آپ منبر سے اترے تو مجھے اپنے گھر لے گئے پھر مجھ سے فرمایا: کتنا اچھا ہو، اگر آپ کبھی کبھی تشریف لاتے رہیں۔ (الشرف المؤبد صفحہ ۹۳)

خُصوصی کپڑے دیئے: ایک موقع پر حضرت سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضراتِ صَحابۂ کرام کے بیٹوں کو کپڑے عطا فرمائے مگر ان میں کوئی ایسا لباس نہیں تھا جو حضرت امام حسن اور امام حُسین رضی اللہ عنہما کی شان کے لائق ہو تو آپ نے ان کے لئے یمن سے خُصوصی لباس منگوا کر پہنایا، پھر فرمایا: اب میرا دل خوش ہوا ہے۔ (ریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۳۴۱)

وظیفہ بڑھا کر دیا: یوں ہی جب حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے

وظائف مقرر فرمائے تو حضراتِ حسنین کریمین کے لئے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت داری کی وجہ سے ان کے والد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہُ الکریم کے برابر حصّہ مقرر کیا، دونوں کے لئے پانچ پانچ ہزار دِرہم وظیفہ رکھا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۲۵۹)

حضرت امیر معاویہ کی اہلِ بیت سے محبت: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: علی کے چند نُقُوش بھی آلِ ابوسفیان (یعنی ہم لوگوں) سے بہتر ہیں۔ (الناھیۃ، ص ۵۹)

آپ نے حضرت علیُّ المُرتضیٰ کَرَّمَ اللہ وجہہُ الکریم اور اہلِ بیت کے زبردست فضائل بیان فرمائے۔ (تاریخ ابن عساکر، ج ۴۲، ص ۴۱۵)

آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے فیصلے کو نافذ بھی فرمایا اور علمی مسئلے میں آپ سے رُجوع بھی کیا۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۱۰، ص ۲۰۵، مؤطا امام مالک، ج ۲، ص ۲۵۹)

ایک موقع پر آپ نے حضرت ضرّار صدائی سے تقاضا کر کے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے فضائل سنے اور روتے ہوئے دُعا کی: اللہ پاک ابوالحسن پر رحم فرمائے۔

(الاستیعاب، ج ۳، ص ۲۰۹)

یوں ہی ایک بار آپ نے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ آباو اجداد، چچا و پھوپھی اور ماموں و خالہ کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ معزز ہیں۔

(العقد الفرید، ج ۵، ص ۳۴۴)

آپ ہم شکل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی وجہ سے حضرت امام حسن کا احترام کرتے تھے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۸، ص ۴۶۱)

ایک بار آپ نے امام عالی مقام حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کی علمی مجلس کی تعریف کی اور اُس میں شرکت کی ترغیب دلائی۔ (تاریخ ابن عساکر، ج ۱۴، ص ۱۷۹)

اہلِ بیت کی خدمت میں نذارنے: حضرت امیر مُعاویہ رضی اللہ عنہ نے سالانہ وظائف کے علاوہ مختلف مواقع پر حضراتِ حَسنین کریمین کی خدمت میں بیش بہا نذرانے پیش کئے، یہ بھی محبت کا ایک انداز ہے، آپ نے کبھی پانچ ہزار دینار، کبھی تین لاکھ دِرہم تو کبھی چار لاکھ درہم حتی کہ ایک بار ۴۰ کروڑ روپے تک کا نذرانہ پیش کیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۳۰۹، طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۴۰۹، معجم الصحابہ ج ۴ ص ۳۷۰، کشف المحجوب ص ۷۷، مرآۃ المناجیح ج ۸ ص ۴۶۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود کی اہلِ بیت سے محبت : حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آلِ رسول کی ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

(الشرف المؤبد لآل محمد، ص ۹۲)

نیز آپ فرمایا کرتے تھے: اہلِ مدینہ میں فیصلوں اور وِراثت کا سب سے زیادہ علم رکھنے والی شخصیت حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۳۵)

پیارے اسلامی بھائیو! آپ نے بیان کردہ روایات میں پڑھا کہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کس کس انداز سے اہلِ بیت اَطہار سے اپنی محبت کا اظہار فرماتے، انہیں اپنی آل سے زیادہ محبوب رکھتے، ان کی ضَروریات کا خیال رکھتے، ان کی بارگاہوں میں عمدہ و اعلیٰ لباس

پیش کرتے، بیش بہا نذرانے اُن کی خدمت میں حاضر کرتے، اُن کو دیکھ کر یا اُن کا ذِکر پاک سُن کر بے اختیار رو پڑتے، ان کی تعریف وتوصیف کرتے اور جاننے والوں سے اُن کی شان وعظمت کا بیان سنتے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ساداتِ کرام اور آلِ رسول کا بے حَد ادب واحترام کریں، ان کی ضَروریات کا خیال رکھیں، ان کا ذکرِ خیر کرتے رہا کریں اور اپنی اولاد کو اہلِ بیت وصَحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت واحترام سکھائیں۔

اعلیحضرت اور سادات کرام کی تعظیم

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سیدنا امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں ایک استفتاء پیش کیا گیا جس میں سادات کرام کی تعظیم کے تعلق سے سوالات کئے گئے۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے جو تفصیلی جواب تحریر فرمایا اس کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

(۱) **سادات کرام کی تعظیم فرض ہے**۔ اور ان کی توہین حرام بلکہ علمائے کرام نے ارشاد فرمایا جو کسی عالم کو مولو یا یا کسی کو میر وابرو جہ تحقیر کہے کافر ہے۔

مجمع الانہر میں ہے: **سادات کرام اور علماء کی تحقیر کفر ہے** جس نے عالم کی تصغیر کر کے عویلم یا علوی کو علیوی تحقیر کی نیت سے کہا تو کفر کیا۔ (ت)

بیہقی امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ سے اور ابو الشیخ و دیلمی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”جو میری اولاد اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین علتوں سے خالی نہیں۔ **یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ**“

سادات کرام کی تعظیم ہمیشہ (فرض ہے) جب تک ان کی بدمذہبی حد کفر کو نہ پہنچے کہ اس کے بعد وہ سید ہی نہیں نسب منقطع ہے۔ جیسے نیچری، قادیانی، وہابی، غیر مقلد، دیوبندی اگرچہ سید مشہور ہوں نہ سید ہیں نہ ان کی تعظیم حلال بلکہ توہین وتکفیر فرض، اور روافض کے یہاں تو سیادت بہت آسان ہے کسی قوم کا رافضی ہوجائے، دو دن بعد میر صاحب ہوجائے گا، ان کا بھی وہی حال ہے۔ کہ ان فرقوں کی طرح تبرائیان زمانہ بھی عموماً مرتدین ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالی۔

(۲) محبت آل اطہار کے بارے میں متواتر حدیثیں بلکہ قرآن عظیم کی آیت کریمہ ہے۔

''قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربٰی''

(ان سے) فرمادیجئے (لوگو!) اس دعوت حق پر میں تم سے کچھ نہیں مانگتا مگر رشتہ کی الفت ومحبت (ت) (القرآن الکریم، ۲۳/ ۴۲)

ان کی محبت بحمداللہ تعالیٰ مسلمان کا دین ہے۔ اور اس سے محروم ناصبی، خارجی، جہنمی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، مگر محبت صادقہ، نہ روافض کی سی محبت کاذبہ، جنھیں ائمہ اطہار فرمایا کرتے تھے ''خدا کی قسم تمھاری محبت ہم پر عار ہوگی''۔

(۳) ہاں سچے محبان اہل بیت کرام کے لئے روز قیامت نعمتیں برکتیں راحتیں ہیں۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اہلبیت کی محبت لازم پکڑو کہ جو اللہ سے ہماری دوستی کے ساتھ ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں جائے گا۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی بندے کو اس کا عمل نفع نہ دے گا جب تک ہمارا حق نہ پہچانے۔ (فتاوی رضویہ مترجم، کتاب الحظر والاباحہ، ج ۲۲، ص ۴۱۹ تا ۴۲۲)

امتِ مسلمہ کے لیے پیغام

اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان کوئی تفرقہ نہیں تھا۔ صحابہ نے دنیا بھر میں دین کے پرچم کو پہنچایا اور اہلبیت نے اپنے پاکیزہ خون اور علم سے اس کی آبیاری کی۔ ان کے مابین رشتہ داریوں اور محبت کا یہ سلسلہ رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کے لیے تفرقہ بازی کے خلاف ایک مضبوط دیوار ہے۔

ہمارا عہد

ہم اہل بیت اطہار کے وفادار غلام بھی ہیں اور صحابہ کرام کے جاں نثار بھی۔ کسی ایک کی محبت میں دوسرے کی شان میں گستاخی کرنا صریح گمراہی ہے۔ ہمارے دل صحابہ کی عظمت اور اہلبیت کی محبت سے بیک وقت منور ہونے چاہئیں، یہی صراطِ مستقیم ہے۔ یہی وہ طبقۂ امت ہے جن کے لیے باری تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا ہے۔ ہماری یہ کج فہمی ہوگی کہ ہم ان ہستیوں کے بارے میں نصوصِ قطعیہ سے رہنمائی لینے کے بجائے غیر ثقہ روایات سے کوئی غیر متوازن مؤقف اپنائیں۔

یاد رکھیں! اگر ہماری سوچ و فکر کا ماخذ، مصدر اور منبع قرآن اور حدیث نبویہ ہو تو اس میں ہماری نجات ہے۔ احادیث صحیحہ میں رسول اللہ ﷺ نے خیر البریہ کے مصداق کے حوالے سے راہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ.

(بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب باب فضائل الصحابہ)

’’میری امت کے سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر وہ لوگ جن کا زمانہ ان کے زمانے سے ملا ہوا ہے پھر وہ لوگ جن کا زمانہ ان کے زمانے سے ملا ہوا ہے‘‘

سرکار اقدس ﷺ نے خیر امتی قرنی کے الفاظ کے ذریعے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شخصی و اجتماعی افضلیت بالعموم بیان فرمادی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَكْرِمُوا أَصْحَابِي، فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ

(المسند الجامع)

’’میری صحبت سے سرفراز ہونے والے نفوس (میرے صحابہ) کی عزت و احترام بجالایا کرو، اس لیے کہ وہ تم سے بہتر ہیں۔ پھر وہ لوگ بہتر ہیں جو ان کے زمانے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور پھر وہ لوگ بہتر ہیں جن کا زمانہ ان کے زمانے کے ساتھ ملا ہوا ہے۔‘‘

عہد رسالت مآب ﷺ کے لوگ اپنی مجموعی حیثیت میں افضلیت و برتری رکھتے ہیں۔ ان کا زمانہ زمانہ رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات کے تناظر میں اور صحبت و معیت اور اس کے اثرات کے اعتبار سے بہترین زمانہ ہے۔ اسی بناء پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی ’’یارسول اللہ ﷺ لوگوں میں سے سب سے بہتر لوگ کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جو

میرے زمانے کے ہیں۔'' (الصحیح البخاری)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی قرنِ اول کے لوگ ہیں اور اس امت میں سے سب سے پہلے یہی لوگ خیر الناس کے مصداق ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کے بعد کے زمانہ کا کوئی شخص ان کی کن چیزوں کو نقل کرتا ہے، ایسا شخص کسی قبیلے، کسی بادشاہی دربار کے ساتھ تعلق رکھ سکتا ہے۔ الغرض کوئی بھی دنیوی عزائم اس کے آڑے آسکتے ہیں مگر ایک ذات ایسی ہے جو ان سارے دنیوی علائق سے بالاتر ہے، جس کو رب کائنات نے مامور کیا ہے، جو اپنی نگاہ نبوت سے دیکھتا ہے اور اللہ کی عطا کردہ قوتِ نبوت اور فراست رسالت سے بیان کرتا ہے۔ ایک بیان سرکار دو عالم ﷺ کا ہے اور ایک بیان دنیوی مورخ کا ہے۔ ہمارا ایمان یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہماری نگاہ، سوچ، رائے اور موقف درِ رسالت سے متعلق رہے اور اسی ذات سے اکتساب فیض کرے جن کی نگاہ منبع حقائق اور جن کی زبان کی ہر بات قاطع (یقینی) ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا بیان ہماری تقسیمات اور تفریقات سے بالاتر ہے۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ اور اہل بیت کو ایک ہی نسبت اور ایک ہی لفظ میں جمع کرتے ہوئے ''صحابی'' کے لفظ سے موسوم فرماتے ہیں اور ان کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے امت پر واضح فرماتے ہیں کہ:

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ (جامع الاصول من احادیث الرسول)

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔''

رہا یہ کہ ان کے وجود سے ہدایت کیسے پا سکتے ہیں؟ اس کے لیے یاد رکھیں کہ کسی بھی

ذات وشخصیت سے اس کا علمی و روحانی، ظاہری و باطنی اکتسابِ فیض کا پیمانہ یہی ہے کہ اس کا اکرام و احترام بجالایا جائے، اپنے ذہن وقلب میں اس کی عظمت و رفعت کو سجایا جائے اور اس کی محبت اور ادب کے تمام تقاضے بجالائے جائیں۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان ذواتِ اقدس کے لیے طریق ادب سکھاتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ:

مَن صَنَعَ اِلٰی اَحَدٍ مِّن اَھلِ بَیتِی یَدًا کَافَأتُہ (کنز العمال، کشف الخفا)

جو میرے اہلبیت میں کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روز قیامت اس کا صلہ اسے عطا فرماؤں گا۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

اَکرِمُوا اَصحَابِی فَاِنَّھُم خِیَارُکُم. (المسند، الجامع)

''میرے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا اکرام کرو، بے شک وہ تم سے بہتر اور چنیدہ لوگ ہیں۔''

اب اس احترام اور اکرام کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا نام بھی عزت و احترام کے ساتھ لیا جائے، ان کے باہمی اختلافات کے حوالے سے زبان درازی نہ کی جائے اور ان کی تنقیص اور ان پر تنقید نہ کی جائے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ فَلَمُقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ، (سنن ابن ماجہ)

''تم میرے اصحاب کو گالی نہ دو، ان کا ایک لمحہ میرے ساتھ گزارنا تمہاری ساری زندگی کی

عبادت سے بہتر ہے۔"

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا شرف صحابیت اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت و سنگت اتنا بڑا اعزاز ہے کہ دنیا کے سارے اعزازات اس اعزاز کے بعد ہیچ ہیں۔اس صحبتِ محمدی ﷺ نے ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرتوں پر یہ رنگ چڑھایا ہے کہ ان کو اپنے زمانے کا مقتدا، راہنما اور رہبر بنا دیا ہے۔ان کی پیروی لوگوں کو راہِ ہدایت پر گامزن کرتی ہے۔ان کی پیروی سے اللہ کی رحمت اور اللہ کا فضل و کرم بندے کے شامل حال ہوتا ہے۔ان کی عدم پیروی بندے کو ان سے دور لے جاتی ہے اور پھر وہ ان کی عظمت وشان سے بے خبر ہو کر زبان درازی کرنے لگتا ہے۔اس کا یہ عمل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذواتِ اقدس کے احترام کو بھی مجروح کر دیتا ہے۔اس لیے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ.

(طبرانی، المعجم الکبیر، باب العین، احادیث عبداللہ بن عباس، 289 :10، الرقم : 12541)

"جس نے میری صحبتوں سے سرفراز ہونے والے (صحابہ کرام) کو برا بھلا کہا، اس پر اللہ کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔"

اور ایک مقام پر سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا : چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی، اللہ انہیں لعنت کرے۔۔۔۔(ان چھ میں یہ بھی ارشاد فرمایا) "وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِي مَا حَرَّمَ اللهُ" (میری عترت کی ایذا و بے تعظیمی جائز رکھنے والا) یعنی اہلبیت کو ایذا

دینے والے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی لعنت ہے۔

لہٰذا ہمیں اہل بیت اطہار کے دامن سے بھی وابستہ ہونا ہے اور صحابہ کرام کے ساتھ بھی اپنے تعلق محبت کو آراستہ کرنا ہے۔ یہی وہ درسِ اسلام ہے جو ہمارے اسلاف نے دیا ہے۔ اہلِ علم اور صاحبانِ حکمت و دانش بھی اسی پر کاربند رہے ہیں۔

ایسی متعدد احادیث مبارکہ ہیں جن کو صحابہ کرام؛ اہل بیت کی شان میں اور اہل بیت؛ صحابہ کرام کی شان میں روایت کرتے ہیں

* ان میں ان کا باہم تعلق قرآنی بیان کے مطابق رحماء بینھم کا آئینہ دار تھا۔
* ان کی باہم رشتہ داریاں اور قرابتیں بڑی گہری تھیں۔
* ان کا ایک دوسرے کا خیال ولحاظ اور باہمی عزت وتقدس مثالی تھا۔
* اسی بنا پر یہ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین امت کے لیے پیشوا، راہنما اور رہبر بنائے گئے۔

صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو باری تعالیٰ نے کامل اور کسی نہ کسی میدان کا شہسوار بنایا۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت وتربیت نے ان کی زندگیوں کو صفاتِ احسن اور فضائل ابیض سے منور وتاباں کر دیا۔

* آپ کے یارِ غار ومزار حضرت ابوبکر صدیق کو دیکھیں تو آپ کو بعد انبیاء افضل البشر بنایا۔
* حضرت عمر فاروق کی طرف نظر کریں تو آپ کو عادل حکمرانوں کا سرتاج بنایا۔
* حضرت عثمان غنی کو امت کا سب سے زیادہ سخی وفیاض اور حیادار بنایا اور ذوالنورین کے

لقب سے مزین کیا۔

*حضرت مولیٰ علی کو شجاعت وقضا میں ضرب المثل بنایا۔

*حضرت امیر حمزہ کو سید الشہداء بنایا۔

*حضرات امام حسن اور امام حسین کو جنت کے نوجوانوں کی سرداری کا اعزاز عطا کیا۔

*حضرت عبداللہ ابن مسعود کو صاحب السر (رازوں کا امین) اور فقیہ الامت بنایا۔

*حضرت زبیر بن عوام کو حواری رسول کے لقب سے ملقب کیا۔

*حضرت طلحہ کو محافظ و پاسبانی کا شرف عطا کیا۔

*حضرت سعد بن ابی وقاص کو اسلام کا پہلا تیر انداز اور فاتح کسریٰ بنایا۔

*حضرت عبدالرحمن بن عوف کو امانت دار تاجروں کا سردار بنایا۔

*حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو فاتح شام اور امین الامت کے لقب سے ملقب کیا۔

*حضرت سعید بن زید کو تقوی وعبادت میں مقتدا بنایا۔

*حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت مقداد بن اسود کو ایسا بنایا کہ جنت بھی ان کی طالب اور ان کی مشتاق ہے۔

*حضرت بلال کو اپنا مؤذن، حضرت خالد بن ولید کو سیف اللہ اور حضرت عمرو بن العاص کو فاتح مصر بنایا۔

*حضرت ابوالدرداء، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمن بن ابوبکر کو زہاد اور متقیوں کا امام بنایا۔

*حضرت عمار بن یاسر، خباب بن ارت اور صہیب رومی کو فروغ اسلام میں مصائب و آلام کو

برداشت کرنے والا پیکر صبر بنایا۔

*حضرت ابوہریرہ، انس بن مالک، ابوسعید خدری، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، عبداللہ بن عمرو کو رواۃ حدیث اور مبلغین اسلام کا مقتداء و راہنما بنایا۔

*حضرت ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل کو فقہا کا امام و پیشوا بنایا۔

*حضرت عبداللہ ابن عباس کو حبر ھذہ الامۃ ترجمان القرآن کی شان کا حامل بنایا۔

*حضرت امیر معاویہ کو کاتب وحی بنایا۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

الغرض رسول اللہ ﷺ کے یہ تربیت یافتگان وہ نجوم ہیں کہ ان کی روشنی آج بھی امت میں موجود ہے اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ فیضان سرکار دو عالم ﷺ کے تسلسل کی وجہ سے بڑھتی رہے گی اور فروغ پاتی رہے گی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی نیت و ارادے کی جہت درست کریں اور ان کی سیرتوں اور شخصیتوں سے اکتسابِ فیض کریں۔ ہمیں اہل بیت اطہار کے دامن سے بھی وابستہ ہونا ہے اور صحابہ کرام کے ساتھ بھی اپنے تعلق محبت کو آراستہ کرنا ہے۔ یہی وہ درسِ اسلام ہے جو ہمارے اسلاف نے دیا ہے۔ اہلِ علم اور صاحبانِ حکمت و دانش بھی اسی پر کاربند رہے ہیں۔ ان دونوں سے تمسک عصرِ حاضر میں ہمارے ایمان و عمل میں حلاوت و چاشنی اور اس میں کثرت و زیادت کا باعث بن سکتا ہے۔ یہی سوچ و نظریہ اور یہی فکر و نظر اسلام کی اصل تعلیم ہے کہ ہمارا تعلق بیک وقت اہلِ بیت سے بھی محکم رہے اور صحابہ کرام سے بھی مستحکم رہے۔

خلاصۂ کلام

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لیے جو بیان قرآن اور حضور اقدس ﷺ نے عطا فرما دیا ہے، امت کے لیے اسی میں ہدایت اور نجات ہے۔ قرآن نے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خیر امت کا لقب دیا ہے اور

* ان کو خیر البریۃ کا شرف دیا ہے۔
* ان کی زندگیوں کا مقصد یبتغون فضلا من اللہ قرار دیا ہے۔
* ان کی سب سے بڑی اور واحد پہچان والذین معہ بیان کی ہے۔
* ان کو اولٰئک ھم الراشدون کا اعزاز بخشا ہے۔
* رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کے الفاظ کی صورت میں اس سے بڑا اعزاز اور اس سے بڑا انعام اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ رب سے راضی ہیں اور رب ان سے راضی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان حضرات کے لیے ارشاد فرمایا:

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ.

اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل بیت کی محبت کے حوالے سے اللہ کا حکم سنایا ہے نیز امت کو بار بار تاکید کے ساتھ فرمایا کہ میرے اہل بیت کا خیال رکھنا:

أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي.

ہم میں سے کامیاب وہ ہے جو ان دونوں گھرانوں سے فیضیاب ہوتا ہے۔ یہ حقیقت میں ایک ہی گھر اور ایک ہی چشمہ ہے اور وہ چشمہ والذین معہ کے فرمان کے مصداق صحبت و معیت مصطفی ﷺ کا چشمہ ہے۔

عوامِ اہلِ سنت کے نام ایک ضروری تنبیہ

''صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار : ایمان کے دو مضبوط بازو''

عوامِ اہلِ سنت کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ عقیدۂ اہلِ سنت و جماعت کوئی نیا یا خود ساختہ راستہ نہیں ہے، بلکہ یہ وہی سیدھا راستہ (صراطِ مستقیم) ہے جو ہمیں رسول اللہ ﷺ، آپ کے پاک خاندان (اہلبیت) اور آپ کے وفادار ساتھیوں (صحابہ کرام) سے ملا ہے۔ آج کے دور میں فتنوں کی بھرمار ہے، جہاں کچھ لوگ نادانی یا سازش کے تحت مسلمانوں کو دو حصوں میں بانٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک طرف وہ خوارج ہیں جو صحابہ کرام کی محبت کا نام لے کر اہلبیتِ اطہار کے بلند مقام و مرتبہ کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں، اور دوسری طرف وہ روافض ہیں جو اہلبیت کی محبت کا لبادہ اوڑھ کر جلیل القدر صحابہ کرام اور امہات المومنین (نبی ﷺ کی پاک بیویوں) کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ اہلِ سنت کا عقیدہ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان افراط و تفریط سے پاک ایک معتدل اور سچا راستہ ہے۔

تین اہم اور بنیادی اصول

(۱) محبت میں تقسیم نہیں ہو سکتی! احادیث کریمہ سے ثابت ہو چکا کہ صحابہ سے محبت بھی حضور ﷺ وجہ سے ہے اور اہلبیت سے محبت بھی حضور ﷺ وجہ سے ہے۔ لہٰذا، جو شخص کسی ایک گروہ سے محبت کا دعویٰ کرے اور دوسرے سے بغض یا عداوت رکھے، اس کا دعویٰ جھوٹا ہے اور اس کا ایمان خطرے میں ہے۔ ہم سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اجمعین کے غلام بھی ہیں اور امام حسن، امام حسین اور سیدہ فاطمہ اکز ہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وفادار بھی۔

(۲) تاریخ کے نام پر گمراہی سے بچیں! عوامِ اہلِ سنت سے گزارش ہے کہ وہ سوشل میڈیا پر سنی سنائی باتوں، من گھڑت کہانیوں اور کم علم خطیبوں کے جذباتی بیانات سے اپنا عقیدہ خراب نہ کریں۔ تاریخ کی کتب میں موجود بعض اختلافی اور مشکوک واقعات کو بنیاد بنا کر ان پاک ہستیوں کے مابین (معاذ اللہ) عداوت ثابت کرنے کی کوشش ہرگز نہ کریں۔ جیسا کہ اس کتابچہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ ان کے باہمی تعلقات محبت اور رشتہ داریوں پر مبنی تھے

(۳) تفرقہ بازی اور فتنہ پروری کا بائیکاٹ کریں! جو شخص یا خطیب منبر و محراب سے مسلمانوں کے درمیان نفرت کے بیج بوئے، صحابہ کرام کی تنقیص کرے یا اہلبیتِ اطہار کی شان میں کمی کرنے کی کوشش کرے، ایسے شخص کی مجالس سے دور رہیں۔ یاد رکھیں کہ دین محبت کا نام ہے، نفرت کا نہیں۔

(۴) اہلسنت کی پہچان! سراج الامۃ کاشف الغمۃ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی ایسے فتنہ پرور لوگ تھے جن سے امتیاز کے لئے آپ نے اہلسنت و جماعت کی پہچان بیان فرمائی ''تفضیل الشیخین، حب الختنین، مسح علی الخفین''، یعنی حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو امت میں سب سے افضل ماننا، حضرت عثمان غنی و مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرنا، اور وضو کے وقت موزوں پر مسح کرنا (نہ کہ پاؤں پر مسح کرنا)

حاصل کلام اور بیداری کا پیغام

اے عوامِ اہلِ سنت! اپنے گھروں میں اپنے بچوں کو بچپن ہی سے یہ سکھائیں کہ:

* ہمارے دل میں جتنا احترام سیدنا ابو بکر صدیق کا ہے، اتنا ہی احترام سیدنا علی المرتضیٰ کا ہے۔
* جتنا پیار ہمیں سیدہ عائشہ صدیقہ سے ہے، اتنا ہی پیار ہمیں سیدہ فاطمۃ الزہرا سے ہے۔
* جو مقام ہمارے نزدیک خلفائے راشدین کا ہے، وہی مقام حسنین کریمین کا ہے۔
* صحابہ اور اہلبیت اسلام کے وہ دو مضبوط بازو ہیں جن کے بغیر دین کی عمارت مکمل نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں مقدس گروہوں کی سچی محبت، ان کا ادب اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبتوں اور نسبتوں سے معمور صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فیضان سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

اب آخر میں مشاجرات صحابہ کے بارے میں عقیدہ اہلسنت ملاحظہ فرمائیں

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مابین جو جنگیں ہوئیں ان پر گفتگو کرنے کے بجائے خاموش رہنے میں ہی عافیت و نجات ہے کہ اگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوئی تو اس کا بھی حساب لیا جائے گا۔

بہار شریعت میں ہے ''صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہم جو واقعات ہوئے ان میں پڑنا حرام، حرام سخت حرام ہے، مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب حضرات آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں۔ (بہار شریعت حصہ اول)

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے جو جنگیں لڑیں وہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص کی طلب کے لیے تھی نہ کہ حصول خلافت کے لیے اور نہ ہی حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ سے بہتر سمجھتے تھے جیسا کہ تاج الفحول حضرت سیدنا عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دفاع سیدنا امیر معاویہ میں احیاء العلوم سے نقل فرماتے ہیں:

''اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کو پاک سمجھنا اور ان کی ایسی تعریف و توصیف کرنی جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کی ہے اور جو کچھ حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کے درمیان ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا۔ (دفاع سیدنا امیر معاویہ ص ۳۰)

پھر حضرت تاج الفحول علیہ الرحمہ امام شعرانی کی کتاب ''الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر'' کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

''اس بات کا اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ عنداللہ ماجور ہیں اور بہ اتفاق اہل سنت تمام صحابہ عادل و منصف ہیں جو ان فتنوں میں شریک ہوئے یا کنارہ کش رہے اور ان کے تمام جھگڑوں کو اجتہاد پر محمول کیا جائے ورنہ ان کے بارے میں بُرے گمان کا حساب لیا

جائے گا، اس لیے کہ ان امور کا منشا ان حضرات پر عیب جوئی کرنا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ ہر مجتہد مصیب دو اجر پائے گا اور مخطی معذور و ماجور ہوگا''۔

اگر کوئی ایسی چیز ہمارے علم میں آئے جس سے صحابہ کرام کی عدالت پر عیب لگ رہا ہو تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی صحبت رسول ﷺ کو یاد کریں اور بعض سیرت نگاروں نے جو لکھا ہے وہ قابل التفات نہیں ہے، اس لیے کہ وہ روایات صحیح نہیں ہیں اور اگر صحیح بھی ہوں تو ان کی معقول تاویل بھی ہوسکتی ہے۔ یہ مقام غور ہے کہ یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے دین کے حاملین پر طعن کریں، ہمیں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ بھی ملا ان کے واسطے اور ذریعے سے ملا تو جس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن و تشنیع کی گویا کہ اس نے خود اپنے دین پر طعن و تشنیع کی، صرف حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں زبان طعن و تشنیع دراز نہ کی جائے۔

حضرت علامہ کمال ابن ابی شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین اختلاف کا مقصد حکومت و امارت کا استحقاق نہیں تھا، بلکہ اختلاف منازعت کا سبب قتل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص تھا۔ امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصاص میں تاخیر کو زیادہ مناسب سمجھتے تھے اور ان کا خیال تھا جلدی کرنے سے حکومت میں انتشار و اضطراب پڑے گا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصاص میں تعجیل زیادہ مناسب سمجھتے تھے، دونوں مجتہد عند اللہ ماجور و مثاب ہیں ان دونوں بزرگوں کا منشائے اختلاف یہی تھا''۔ (دفاع سیدنا امیر معاویہ، ص ۳۲، ۳۱)

امام اہلسنت اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمۃ والرضوان رقمطراز ہیں

''اہلِ سنت کا یہ عقیدہ کہ "ونکف عن ذکر الصحابۃ الابخیر" (شرح عقائد النسفی، دارالاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان، ص ۱۱۶) یعنی صحابہ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے، انہیں صحابہ کرام کے حق میں جو ایمان وسنت و اسلام حقیقی پر تادمِ مرگ ثابت قدم رہے اور صحابہ کرام جمہور کے خلاف، اسلامی تعلیمات کے مقابل، اپنی خواہشات کے اتباع میں کوئی نئی راہ نہ نکالی اور وہ بدنصیب کہ اس سعادت سے محروم ہو کر اپنی دکان الگ جما بیٹھے اور اہل حق کے مقابل، قتال پر آمادہ ہو گئے۔ وہ ہرگز اس کا مصداق نہیں اس لیے علماء کرام فرماتے ہیں کہ جنگِ جمل وصفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے، لیکن اہل نہروان جو مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق، فجار، طاغی و باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے ساعی و ساتھی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور اُمّت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں۔ (سراج العوارف وغیرہ، فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۹ ص ۳۶۳)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں ہمارا اعتقادی نظریہ کیا ہونا چاہیے

اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں

''صحابہ کرام کے باب میں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیا نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں، ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر

گرفت اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہے۔ اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین ﷺ کی دو قسمیں فرمائیں۔ (۱) من انفق من قبل الفتح وقٰتل۔ (۲) الذین انفقوا من بعد وقاتلوا (القرآن الکریم ۵۷ / ۱۰) یعنی ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایمان ہوئے راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب کہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل تھی۔ اور وہ ہر طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے، انہوں نے اپنے اوپر جیسے جیسے شدید مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال ڈال کر، بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کی نذر کر دیا۔ یہ حضرات مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین ہیں، ان کے مراتب کا کیا پوچھنا۔

دوسرے وہ کہ بعد فتح مکہ ایمان لائے، راہِ مولا میں خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان اہلِ ایمان نے اس اخلاص کا ثبوت جہاد مالی و قتالی سے دیا، جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرتِ تعداد اور جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے، اجر اُن کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان سابقون اوّلون والوں کے درجہ کا نہیں۔

اسی لیے قرآن عظیم نے ان پہلوں کو ان پچھلوں پر تفضیل دی۔ اور پھر فرمایا "کُلاًّ وعد اللہ الحسنٰی" یعنی ان سب سے اللہ تعالی نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اجر ملے گا سب ہی کو، محروم کوئی نہ رہے گا۔

اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے "اولئٰك عنها مبعدون" یعنی وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں۔ "لا یسمعون حسیسها" یعنی وہ جہنم کی بھنک (ہلکی سی آواز) تک نہ سُنیں گے۔ "وهم فی ما اشتهت انفسهم

خٰلدون" یعنی وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے۔" لایحزنھم الفزع الاکبر" یعنی قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی۔ "تتلقّٰھم الملٰئکۃ" یعنی فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔ "ھٰذا یومکم الذی کنتم توعدون" یعنی یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعن کرے، اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔ اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں۔ رب عزوجل نے اسی آیت حدید میں اس کا منہ بھی بند کر دیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرمادیا۔ "واللہ بما تعملون خبیر" (القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰) یعنی اور اللہ کو خُوب خبر ہے جو تم کرو گے۔

بایں ہمہ اس نے تمہارے اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ وہ تم سب سے جنت بے عذاب و کرامات وثواب بے حساب کا وعدہ فرما چکا ہے۔ تو اب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے، کیا طعن کرنے والا، اللہ تعالیٰ سے جُدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں "جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کُتوں میں سے ایک کُتا ہے"

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۹، ص ۳۵۷)

حاصل کلام:

فقہائے اسلام کے اقوال وفقہی جزئیات کی روشنی میں روافض کی شرعی حیثیت کا آئینہ ہمارے سامنے ہے روافض کے یہ عقائد غلوئے محبت کے پردہ میں ہیں اس سے یہ اندازہ لگانا بہت آسان ہے کہ آدمی عداوت ہی میں نہیں محبت میں بھی راہ راست سے بھٹک سکتا ہے۔ بلکہ ایسا عموماً ہوتا ہے "**حب الشی یعمی و یصم**" بہت مشہور حدیث ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت جان ایمان ہے مگر اس عشق میں فنا ہونے والے بھی رو کئے سر کو رو کیے ہاں! یہی امتحان ہے" کی صدا لگاتے رہتے ہیں۔ اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ محبت شریعت کی دشمن نہیں ہے اس کا مادہ وغازہ ہے۔ امام احمد رضا تو امام العاشقین تسلیم کیے گئے مگر عشق میں مقام سدرۃ المنتہی پر فائز ہونے کے باوجود ہمیں یہی سبق دیا۔

اے شوق دل یہ سجدہ گران کو روا نہیں

اچھا! وہ سجدہ کیجیے کہ سر کو خبر نہ ہو

اس لیے ہمارے آج کے وہ بھائی جو محبت اہل بیت بالخصوص سیدنا علی مرتضیٰ مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں دبے دبے وہی بولی بولنے لگے ہیں جو اہل تشیع کا عقیدہ ہے تو انہیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے۔ مسئلہ افضلیت، مسئلہ امامت، خلیفہ بلافصل اور حضرت امیر معاویہ کے حوالہ سے بعض خانقاہوں سے وابستہ حضرات کبھی کبھی بڑی بے باکی کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں یہ اچھی علامت نہیں ہے۔ یہ دبے پاؤں رافضیت کے داخلہ کی بنیاد ہے۔

اہل سنت کے اسٹیج پر بھی نقباء شعرا اور مقرین حضرات کبھی کبھی اور موقع محل دیکھ کر

محبت میں نہیں، حصول زر و جلب منفعت کے لیے، اہل بیت اطہار کے حوالہ سے وہ اشعار، انداز اور لہجہ اپناتے ہیں، جس سے عوامی طبقہ سنیت و رافضیت کی تمیز کھوسکتا ہے۔ افراط اور تفریط دونوں سے احتیاط لازم ہے۔ اعلیٰ حضرت کا شعر

ناصبی را بغض تو سوئے جہنم رہ نمود

رافضی از حب کاذب در سقر در آمدہ

(یعنی ناصبی کو سیدنا علی مرتضی کے بغض نے جہنم کی راہ دکھائی اور رافضی کو ان کی جھوٹی محبت نے جہنم پہنچایا) ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے۔

ہم امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے اس شعر پر بس کرتے ہیں:

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور

نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو اہل بیت اطہار اور جملہ صحابہ کرام سے حقیقی محبت کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ رب العزت سیدنا مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے صدقہ، ہم اہل سنت و جماعت کو اس بلا سے محفوظ رکھے، اہل بیت اطہار و جملہ صحابہ کرام کی سچی محبت عطا فرمائے، ان کا مطیع و فرماں بردار بنائے، ان کی محبت میں زندہ رکھے اور ان کی ہی محبت میں موت عطا فرمائے اور اس کے ساتھ ہی سنیت کے فروغ و استحکام کے لیے ہمیں اتحاد ذہنی اور اشتراک عمل کے ساتھ عمل صالح کی توفیق مرحمت فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وبارك وسلم